علامہ فضل امام خیرآبادی

از جناب مولوی ریاض الانصاری صاحب سیتاپوری

خیرآباد (اودھ) ضلع سیتاپور اپنی امتیازی خصوصیات کی بنا پر صدیوں سے مشہور و معروف اور علم و دانش کا عظیم النظیر گہوارہ رہا ہے۔ اس سرزمین میں ان عظیم شخصیتوں نے جنم لیا جن کے چشمۂ فیض سے ہندوستان کی بڑی بڑی درسگاہیں سیراب ہو رہی ہیں۔

بارہویں صدی ہجری کے اواخر اور تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں جن تین عظیم مکتبِ فکر کا تذکرہ ملتا ہے انھیں میں سے ایک خیرآباد کی درسگاہِ حکمت و فلسفہ ہے۔ دوسری خاندان ولی اللہ کی درسگاہِ علم تفسیر و حدیث، تیسری فرنگی محل کی درسگاہِ علم فقہ۔

اس سرزمین میں علم و حکمت رشد و ہدایت کے وہ آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے جن کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ انھیں میں سے صفت اللہ ابن مدینۃ اللہ م ۱۱۵۷ھ مشہور محدث جنھوں نے علم حدیث کی تحصیل ابوطاہر مدنی سے مدینہ منورہ میں کی تھی، قطب الدین ابن ہدی فضل و صلاح میں یگانۂ روزگار، شیخ احمد اللہ م ۱۱۶۷ھ بہت زبردست فقیہ و اصولی۔ شعیب ابن یعقوب ۱۱۹۷ھ صاحب وجد و حال۔ تراب علی ابن نصرت اللہ م ۱۲۴۲ھ صاحبِ کمال، شیخ محمد علی م ۱۲۶۶ھ بہت بڑے بزرگ صوفی منش درویش صفت، شیخ محمد عوض م ـــــہ منطق و فلسفہ کے ماہر امام[1]

---

[1] نزہۃ الخواطر

نیز خاندان فضل امام سے مجاہد جلیل علامہ فضل حق اور ان کے خلف اکبر شمس العلماء عبدالحق خیرآبادی جیسے مشاہیر علماء پیدا ہوئے۔

نام ونسب نام فضل امام نسبتاً فاروقی مسلکاً حنفی ماتریدی وطناً خیرآبادی ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امیرالمومنین خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بتیس [۳۲] واسطوں سے پہونچتا ہے۔

سلسلۂ نسب اس طرح ہے: فضل امام ابن شیخ محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن ملا عبدالواجد ابن عبدالماجد بن قاضی صدرالدین بن قاضی اسمٰعیل ہرگامی بن قاضی عمادالدین بن شیخ ارزانی بدایونی بن شیخ منور بن خطیرالملک بن شیخ سالار شام بن شیخ وجیہہ الملک بن شیخ بہاء الدین بن شیرالملک بن شاہ عطاء الملک بن ملک بادشاہ بن حاکم بن عادل بن تاردن بن جرجیس بن احمد بن نامدار بن محمد شہریار بن محمد عثمان بن دامان بن ہمایوں ابن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم۔

(باغی ہندوستان ص۱۳۰)

علامہ کے جد اعلیٰ علامہ کی چودھویں پشت میں شیرالملک بن عطاء الملک کا نام آتا ہے یہ علامہ کے جد اعلیٰ تھے۔ یہ ملک ایران کے ایک اچھے خاصے زمیندار اور چھوٹی سی ریاست کے تاجدار تھے لیکن زمانے نے کروٹ لی ریاست پر زوال آیا حالات سازگار نہ رہے تو زمینداری سے دستکش ہوکر تحصیل علم دین میں مصروف عمل ہوئے۔ بالآخر انتقال کے بعد دو فرزند پسماندگان میں چھوڑے۔

شیخ شمس الدین و بہاء الدین نے ایران کو خیرباد کہا اور رخت سفر باندھ کر ہندوستان کا رخ کیا۔ جس زمانے میں وہ یہاں تشریف لائے اس وقت ہندوستان علم وعلماء کی قدردانی میں کافی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ ان دونوں بزرگوں کا یہاں تشریف لانا ہندوستان کے لئے ایک بڑی عظیم الشان خدمت کا موقع تھا چنانچہ ان دونوں بزرگوں کی بڑی قدر ومنزلت ہوئی۔ اور ان

کا شمار مشاہیر علماء میں ہونے لگا۔

ان میں سے شمس الدین مسند قضائے رہتک پر مامور ہوئے (جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے جد اعلیٰ میں سے ہیں اور آپ انھیں کی اولاد میں سے ہیں) دوسرے بھائی بہاء الدین قصبۃ الاسلام بدایوں کی مسند قضا پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس ثانی الذکر خاندان کا مولد و مسکن شیخ ارزانی تک قصبۃ الاسلام بدایوں ہی رہا لیکن ان کے بیٹے عماد الدین تحصیل علم کی غرض سے قاضی ہرگام کی خدمت میں پہونچے اور تحصیل علم کی۔ قاضی ہرگام نے اپنے شریف و نجیب شاگرد کی شرافت و نجابت دیکھ کر اپنا داماد بنا لیا۔ بالآخر قاضی ہرگام کے وصال کے بعد خود عماد الدین قاضی ہرگام مقرر ہوئے اور آخر عمر تک یہیں مقیم رہے۔[1]

مولوی مصطفیٰ علی گوپاموی نے تذکرۃ الانساب میں بیان کیا ہے:

"قاضی ہرگام دختر خود را قاضی عماد الدین معروف بہ عماد کتخدا کردند بعد قاضی ہرگام عماد بہ مسند قضائے ہرگام مامور شدند ہماں جاں وفات یافت و مدفون گردید۔	قاضی ہرگام نے اپنی لڑکی کا نکاح قاضی عماد الدین سے کر دیا۔ قاضی ہرگام کی وفات کے بعد قاضی عماد مسند قضاء پر مامور ہوئے یہیں وفات ہوئی اور یہیں مدفون ہوئے۔

(تذکرۃ الانساب)

قاضی عماد الدین کی مستقل سکونت کے بعد ان کے بیٹوں اور پوتوں کا یہی مسکن رہا۔ لیکن آخر میں حضرت علامہ فضل امام کے والد شیخ محمد ارشد نے ہرگام کو خیرباد کہا اور خیرآباد تشریف لا کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ علامہ یہیں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم حاصل کی۔

علامہ کے استاذ

حضرت علامہ کے استاذ مفتی عبد الواجد کرمانی خیرآبادی ہیں۔ علامہ نے تمام علوم معقولات و منقولات کا اکتساب مفتی عبد الواجد ہی سے کیا۔ مولوی رحمٰن علی

---

[1] تذکرۃ الانساب

تذکرہ علمار ہند میں لکھتے ہیں :

مولوی فضل امام خیرآبادی شیخ فاروقی شاگرد رشید مولوی سید عبدالواجد خیرآبادی اند

مولوی فضل امام خیرآبادی مولوی سید عبدالواجد خیرآبادی کے شاگرد رشید ہیں ۔

تذکرہ علمار ہند ص ۱۶۲

اسی کو حکیم سید عبدالحئی صاحبؒ نے نزہۃ الخواطر میں ذکر کیا ہے :

وُلِدَ و نَشَأَ بخیر آباد وقرأ العلم علی مولانا عبد الواجد الخیرآبادی

نزهة الخواطر ج ۷ ص ۳۷۴

خیرآباد ہی میں پیدا ہوتے یہیں پرورش پائی اور علم کا اکتساب مولوی عبدالواجد خیرآبادی سے کیا ۔

استاذ کا علمی مقام

علامہ عبدالواجد کرمانی اپنے زمانے کے بڑے جید عالم اور زبردست علمار میں سے تھے ۔ انھوں نے اکتساب علم اپنے بھانجے محمد اعظم سندیلوی سے کیا اور کچھ کتابیں قاضی وہاج الدین بن قطب الدین گوپاموی سے پڑھیں ۔ شرح ہدایت الحکمت شیخ احمد اللہ بن صبغۃ اللہ سے پڑھی ۔ تحصیل علم کے بعد موصوف نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا ۔ اخیر عمر میں راجہ ٹکیٹ رائے کی طلبی پر لکھنؤ تشریف لے گئے اور مسند افتار پر مامور ہوئے ۔ اشتغال افتار کے ساتھ درس کا شغل بھی جاری رکھا ۔ بہت سے علمار نے آپ سے استفادہ کیا ان میں علامہ فضل امام کا نام زیادہ روشن ہے آپ کی وفات ۴ شوال یوم جمعہ ۱۲۱۶ھ میں ہوئی ۔

ثم تصدر للتدریس فدرس زمانا طویلا ببلدة خیرآباد ثم ولی الافتاء ببلدة لکھنؤ ولاہ راجہ تکیت رای وکان یدرس مع اشتغالہ بالافتاء واخذ عنہ الشیخ فضل امام الخیرآبادی وخلق کثیر مات یوم الجمعة لاربع لیال

عرصۂ دراز تک درس و تدریس کا شغل خیرآباد میں جاری رکھا اس کے بعد لکھنؤ کے دارالافتار کا ذمہ دار بنادیا گیا ۔ یہ عہدہ راجہ ٹکیٹ رائے کی طرف سے نوازا گیا ۔ افتار کی مصروفیتوں کے باوجود شغل درس جاری رکھتے تھے ۔ آپ سے کثیر خلقت نے استفادہ کیا ان میں فضل امام

خلون من شوال سنة ست عشرة ومأتين و الف كما فى آمد نامه"

سرفہرست ہیں۔ آپ کی وفات ۴ر شوال یوم جمعہ ۱۲۴۱ھ کو ہوئی جیسا کہ "آمدنامہ" میں مذکور ہے۔

نزہۃ الخواطر ج ۷، ص ۳۱۳، ۳۱۲

علامہ فضل امام خیرآبادی شاہجہاں آباد میں

علامہ نے تحصیل علوم کے بعد شاہجہاں آباد (دہلی) کا رُخ کیا۔ علم وفن میں ایک منفرد حیثیت رکھنے کی وجہ سے ان کی بڑی قدر ومنزلت ہوئی اور یہیں دلی ہی میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ اس زمانے میں حکومت کی جانب سے علماء کو دیئے جانے والا سب سے بڑا عہدہ عہدۂ صدر الصدوری تھا۔ لہٰذا حکومت انگلشیہ نے علامہ کا علمی پایہ دیکھ کر عہدۂ صدر الصدوری کی پیش کش کی۔ علامہ نے بطیب خاطر منظور فرمالیا اور منصب صدر الصدوری پر جلوہ افروز ہوئے۔ مولوی رحمٰن علی رقمطراز ہیں:

بمنصب صدر الصدوری شاہ جہان آباد از سرکار انگلشیہ عزت و امتیاز داشت

تذکرہ علماء ہند ص ۱۶۲

شاہ جہاں آباد میں سرکار انگلشیہ کی جانب سے عہدہ صدر الصدوری ملا اور بڑی عزت نصیب ہوئی۔

خصوصیات درس

علامہ منصب صدر الصدوری کے فرائض بحسن وخوبی انجام دینے کے ساتھ درس کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تھے۔ آپ کے درس کی سب سے بڑی خصوصیت شاہ غوث علی نے بیان کی ہے (جو آپ کے شاگرد ہیں) کہ

"باری تعالیٰ نے آپ کے اندر افہام وتفہیم کا ایسا جوہر وملکہ ودیعت فرمایا تھا کہ طلبا ایک مرتبہ سبق سننے کے بعد کسی دوسری طرف کا رخ نہ کرتے تھے۔ طالب علم کے ذہن میں پورا مسئلہ نقش کالحجر ہوجاتا تھا۔"

(تذکرہ غوثیہ)

لہ یہ خود علامہ فضل امام کی کتاب ہے جو قواعد فارسی میں ہے (تذکرہ علماء ہند ص ۱۶۳)

علمی مقام علامہ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کے متبحر عالم تھے۔ لیکن آپ امام منطق کی حیثیت سے زیادہ نمایاں ومتعارف ہوئے۔ آپ کے تبحر علمی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف خاندان ولی اللہی کے چشم وچراغ بلکہ شاہ ولی اللہ کے سچے جانشین اور علم حدیث کے پکے امین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا درس علم حدیث وتفسیر پورے ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی مشہور تھا۔ چنانچہ غیر ممالک سے علم حدیث وتفسیر کے پیاسے العطش العطش کی صدائیں بلند کرتے دارالحکومت دلی کا رُخ کرتے تھے ـــــ تو دوسری طرف علامہ فضل امام کا درس منطق شہرۂ آفاق اور آپ کی کلاہ افتخار کا طرۂ امتیاز تھا۔

"درعلوم عقلیہ گوئی سبقت ربودہ"

(تذکرہ علماء ہند ص۱۶۲)

یہ تقابل علامہ کے علمی مقام کی بیّن شہادت ہے۔ علامہ علم ومنطق وفلسفہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے منفرد امام تھے۔

فضل امام الخیرآبادی احد مشاھیر العلماء المفرد بالامامۃ فی صناعۃ المیزان والحکمۃ فی عصرہ ولم ینازعہ فی ذالک احد من نظرائہ	علامہ خیرآبادی مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ علم منطق وحکمت میں اپنے زمانے کے منفرد امام تھے۔ اس فن میں کوئی ان کا ہمسر نہیں

نزھۃ الخواطر ص۳۷۳ ج۷

آگے چل کر پھر لکھتے ہیں:

ثم درس وافاد واقبل علی المنطق اقبالاً کلیا	پھر افادہ واستفادہ میں مشغول ہوئے اور پورے طورپر منطق کی طرف متوجہ ہوئے۔

نزھۃ الخواطر ص۳۷۳ ج۷

جوادالدولہ سرسید احمد خاں صاحب نے آثار الصنادید میں علامہ کا تذکرہ حسن والہانہ

انداز سے کیا ہے اس سے علامہ کے علمی مقام اور ان کی بے پناہ عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اکمل افراد نوع انسی، مہبط انوار فیض قدسی، سراب سرچشمہ عین الیقین
مؤسس اساس ملت ودین، ماحی آثار جہل ہادم بنائے اعتساف، محی
مراسم علم بانی مبانی انصاف، قدوۂ علمائے فحول، حاوی معقول ومنقول
مسند اکابر روزگار، مرجع اعالی وادنیٰ ہر دیار، مزاجدان شخص کمال،
جامع صفات جلال وجمال، مورد فیض ازل وابد، مطرح انظار سعادت
سرمد، مصداق مفہوم تمام اجزائے واسطۃ العقد، سلسلۂ حکمت اشراقی
ومشائی، زبدۂ کرام، اسوۂ عظام، مقتدائے انام، مولانا مخدومنا
فضل امام، ادخلہ اللہ المقام فی جنۃ النعیم بلطفہ العمیم

آثار الصنادید باب چہارم ص۶۳

علامہ فضل امام کے خلف اکبر علامہ فضل حق کو دیکھ کر خود علامہ کے علمی مقام کا اندازہ ہو سکتا ہے جنھوں نے معقولات اپنے والد بزرگوار علامہ موصوف سے حاصل کیا تھا۔

علامہ کی منطق وحکمت کا سلسلۂ سند حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات منطقیہ تک متعدد واسطوں سے پہونچتا ہے۔ جس کو عبد الشاہد خاں شروانی صاحب نے تفصیل کے ساتھ اپنی مؤلفہ "باغی ہندوستان" میں بیان کیا ہے۔

باغی ہندوستان ص۹۵، ۹۱

اخلاق وکردار آپ بہت ہی شفیق وکریم تھے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ کو مولوی گل حسن شاہ نے تذکرۂ غوثیہ میں شاہ غوث علی کا بیان نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"مجھے شاہ عبد العزیز وشاہ عبد القادر اور مولانا فضل امام کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ آخر الذکر استاذ کی جو شفقت میرے حال پر تھی وہ بیان سے باہر ہے —— یہاں تک کہ شاہ غوث علی نے علامہ کے وصال پر تعلیمی مشغلہ کو بالکل منقطع کر دیا اور کہا "جب تک ایسا

شفیق و قابل استاذ نہ ملے گا نہ پڑھوں گا۔"

(ظفر المحصلین ص ۳۲۹ بحوالہ تذکرۂ غوثیہ)

تاریخ وفات کا اختلاف علامہ موصوف اپنے وصال سے چند سال پہلے اپنے وطن مالوف چلے گئے تھے۔ جانے کے بعد پھر واپس ہونے کا ارادہ ہی نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ خیرآباد میں وصال ہوگیا۔ احاطۂ درگاہ سعد الدین خیرآبادی میں اپنے دادا اپنے دادا استاد شیخ محمد اعظم سندیلوی اور مشفق استاذ مولوی عبدالواجد کرمانی کے جوار میں مدفون ہیں۔

آپ کی تاریخ وفات کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) سرسید احمد خاں صاحب نے آثار الصنادید میں ۵ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ ذکر کی ہے۔

(۲) مولوی رحمٰن علی صاحب نے تذکرہ علماء ہند میں ۵ ذیقعدہ ۱۲۴۳ھ بیان کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"پنجم ذیقعدہ سال دو از دہ صد چہل و سہ ہجری داعی اجل را لبیک اجابت گفتہ"

تذکرہ علماء ہند ص ۱۶۲

(۳) حکیم سید عبدالحیٔ صاحب نزہۃ الخواطر میں رقمطراز ہیں:

مات بخیرآباد لخمس خلون من ذیقعدۃ سنۃ ثلاث واربعین ومائتین والف | بمقام خیرآباد ۵ ذیقعدہ ۱۲۴۳ھ میں وصال ہوا۔

ج ۳ ص ۲۶۴

(۴) مرزا اسد اللہ خاں غالب نے جو تاریخ وفات لکھی ہے وہ ۱۲۴۰ھ ہے چنانچہ نجم الدولہ غالب نے جو قطعہ "سبد چین غالب" میں لکھا ہے وہ یہ ہے:

اے دریغا قدوۂ اربابِ فضل　　کرد سوئے جنت الماویٰ خرام

چوں ارادت از پئے کشف شرف | حسب سال فوت آں عالی مقام
چہرۂ ہستی خراشیدم نخست | تا بنائے تخرجہ گردد تمام
گفتم اندر سایۂ لطف نبی | باد آرامشگہ فضل امام

۱۲۴۴ھ

لیکن حضرت علامہ کی تاریخ وفات یہی آخرالذکر صحیح ہے اور اس کی صحت پر قرینہ یہ ہے کہ تمام تذکرہ نویسوں نے اس کی صراحت کی ہے کہ حضرت علامہ فضل امام کے وصال کے وقت علامہ فضل حق کی عمر اٹھائیس ۲۸ سال کی تھی نیز یہ بات بھی مسلّم ہے کہ فضل حق کی ولادت ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں ہوئی ہے۔ لہٰذا اس حساب سے علامہ فضل امام کی تاریخ وفات ۵ ذیقعدہ ۱۲۴۰ھ ہی نکلتی ہے۔

تصنیفات علامہ کی تصانیف کی تعداد ایک درجن سے زائد ہے لیکن ان میں سے چند جو آج کسی نہ کسی صورت (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) میں موجود ہیں۔ حسب ذیل ہیں:

مرقات[۱]، حاشیہ میر زاہد رسالہ[۲]، حاشیہ میر زاہد ملا جلال[۳]، حاشیہ افق مبین[۴]، تلخیص الشفاء[۵]، نخبۃ السر[۶]، آمدنامہ[۷] .... ان مصنفات میں "مرقات" کو جو قبولیت عامہ حاصل ہوئی وہ کسی مبتدی یا منتہی طالب علم اور کسی معلم و مدرس سے مخفی و پوشیدہ نہیں۔

علامہ کے شاگرد حضرت علامہ فضل امام کے شاگردوں کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے۔ ہزاروں تشنگان علم اس بحر بے پایاں سے سیراب و بہرہ ور ہوئے۔ تاہم آپ کے ارشد تلامذہ میں سے دو کا نام سرفہرست ہے جو ہر علمی حیثیت سے ممتاز و متعارف ہوئے۔ ان میں ایک علامہ موصوف کے خلف اکبر حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی ہیں اور دوسرے حضرت مولانا مفتی صدر الدین خاں آزردہ دہلوی۔ یہ دونوں حضرات امام وقت اور یگانۂ فن تھے۔ نیز اپنے

---

[۱] نزہۃ الخواطر ص ۳۷۳ ج ۷، وتذکرہ علماء ہند ص ۱۶۲۔

اساتذہ کے بعد اپنی مثال آپ تھے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی آپ کا سن ولادت ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء ہے۔ آپ اپنے آبائی وطن خیرآباد میں پیدا ہوئے۔ جب آپ سن شعور کو پہونچے تو آپ کے والد علامہ فضل امام نے بغرض تعلیم دہلی بلالیا۔ آپ یہیں تعلیم میں مشغول ہوئے۔ منقولات کی تحصیل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سے اور معقولات کی تکمیل اپنے پدر بزرگوار علامہ موصوف سے کی۔ آپ کا قوت حافظہ بہت غضب کا تھا۔ تیرہ سال میں تمام علوم معقولات و منقولات سے فراغت حاصل کرکے چار ماہ کی قلیل مدت میں پورا قرآن پاک حفظ کرلیا۔

اس کے علاوہ علوم باطنی کے لئے آپ کا سلسلہ دہلی کے مشہور صوفی و بزرگ شاہ دہومن سے قائم کیا۔

در سال دوازدہ صدو دوازدہ ہجری ولادت یافتہ شاگرد پدر خود مولوی فضل امام است حدیث از شاہ عبدالقادر دہلویؒ اخذ کردہ و قرآن مجید در چہار ماہ یاد گرفتہ و فراغ علمی بعمر سیزدہ سالگی حاصل نمود مرید شاہ دھومن دہلوی بود۔

۱۲۱۲ھ میں پیدائش ہوئی اور اپنے پدر بزرگوار کے شاگرد رشید ہیں علم حدیث کا اکتساب شاہ عبدالقادرؒ سے کیا۔ اور قرآن پاک چار ماہ میں مکمل حفظ کرلیا۔ اور تیرہ سال کی عمر میں فراغت حاصل کرلی۔ اور شاہ دہومنؒ کے مرید ہوئے۔

تذکرہ علماء ہند ص۱۶۴

اخذ الحدیث عن الشیخ عبدالقادر بن ولی اللّٰہ العمری الدھلوی وحفظ القرآن فی اربعۃ اشہر

علم حدیث کا اکتساب حضرت شاہ عبدالقادر بن ولی اللہ محدث دہلویؒ سے کیا اور چار ماہ میں پورا قرآن حفظ کرلیا۔

نزھۃ الخواطر ص۳۴۴ ج ۷

آپ ایک مسلم الثبوت استاذ اور متبحر عالم تھے، خلاف و جدل، منطق و حکمت، ادب و لغت، شعر و

شاعری میں ممتاز تھے خصوصًا منطق وفلسفہ آپ کی کلاہِ افتخار کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس موقع پر سید عبدالحئی صاحب اس طرح رطب اللسان ہیں:

احد الاساتذۃ المشھورین لم یکن له نظیر فی زمانه فی الفنون الحکمیة والعلوم العربیة

آپ کا شمار مشہور اساتذہ میں سے ہے جن کی نظیر منطق وحکمت اور علوم عربیہ میں نہیں ہے۔

فاق اهل زمانه فی الخلاف والجدل والمیزان والحکمة واللغة وقرض الشعر وغیرها ونظمه یزید علی اربعة آلاف شعر وغالب قصائده فی مدائح النبی صلی الله علیه وسلم وبعضها فی هجو الکفار انتهٰ الطلبة للاشتغال علیه من بلاد بعیدة فدرس وافاد والف واجاد

علامہ علم مناظرہ، منطق وحکمت اور لغت وشعرگوئی وغیرہ میں شہرۂ آفاق اور ہمعصروں پر فائق ہیں۔ آپ کا منظوم کلام چار ہزار اشعار سے زیادہ پر مشتمل ہے۔ اکثر قصائد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ومنقبت میں ہیں اور بعض کفار کی ہجو میں۔ آپ کے پاس طلبہ علم کے لئے دور دراز شہروں سے آتے اور آپ انکو درس دیتے۔

نزھة الخواطر ج ۷، ص ۳۷۲

در منطق وفلسفہ وحکمت وادب وکلام واصول وشعر فائق الاقران واستحضارے فوق البیان داشت نظمش بر چہار اشعار خواہد بود[1]

منطق وفلسفہ وحکمت وادب وکلام واصول اور شعرگوئی میں اپنے ہمعصروں سے ممتاز ہیں۔ اور آپ کا علمی استحضار بیان سے بالاتر ہے۔ آپکا منظوم کلام چار ہزار اشعار سے زائد پر مشتمل ہے۔

تذکرہ علمائے ہند ص ۱۹۳

علامہ کا درس اتنا صاف وشگفتہ ہوتا تھا کہ طالب علم کتاب کے مطالب کو بآسانی سمجھ لیتا تھا کسی قسم کی دشواری و دقت پیش نہیں آتی تھی۔ مولوی رحمٰن علی صاحب تذکرہ علمائے ہند

[1] شاید یہاں نقل میں غلطی ہو گئی ہے۔ (ر ع)

نے اپنا ایک مشاہدہ نقل کیا ہے ۔ لکھتے ہیں :

بسال دوازدہ صد وشصت وچہار ہجری مولف ہیچدان بمقام لکھنؤ بخدمتش رسیدہ دید کہ در عین حقہ کشی وشطرنج بازی تلمیذی راسبق افق مبین میداد ومطالب کتاب را بہ متعلم باحسن بیان دلنشین می نمود

۱۲۶۴ھ کا واقعہ ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عین حقہ کشی اور شطرنج بازی کے عالم میں ایک طالب علم کو افق مبین کا درس دے رہے ہیں کہ طالب علم کے ذہن میں تمام کتاب کے مطالب دلنشین ہو رہے ہیں ۔

تذکرہ علماء ہند ص ۱۶۵-۱۶۴

علامہ کو عربی نثر نگاری پر بھی اتنی قدرت تھی کہ جب چاہتے تھے الفاظ و معانی کا ایک حسین تاج محل تعمیر کر دیتے تھے ۔ چنانچہ علامہ موصوف کا عربی رسالہ "الثورۃ الھندیہ" جو آپ نے بزمانۂ قید جزیرۂ انڈمان قلمبند فرمایا تھا آپ کی نثر نگاری کی بیّن شہادت ہے ۔ آپ کے متعلق جوادالدولہ سر سید احمد خاں صاحب نے صحیح لکھا ہے کہ علامہ "ثالث اثنین بدیعی و حریری" ہیں ۔ آپ کی عربی نثر کا نمونہ یہ ہے :

امابعد ! فان الدنیا غرور مالھا قرار ودبل قرارھا مرور وظلھا حرور لا یوازی ھمومھا سرورھا ولا یوازن خیورھا شرورھا لا تتکافی معافاتھا وافاتھا ولا تتاوی افراحھا واتراحھا ولا محنھا ورخاءھا وتیلا فی سمومھا نغیمھا ولا سمومھا نسیمھا ولا منکلھا رخاءھا ولا نغرغما حتما عرھا تریاقیھا انما الھا انقصا نھا کما عاقبتہ عافیتھا وادماب حلوھا سلوبھا علاقمرا وماب اولھا وآخرھا تبود وصفاتھا خیار وبقا تھا عبور واملوھا بور وقصورھم قبور (منقول از آثار الصنادید باب چہارم ص ۹۴)

سر سید مرحوم بڑے ادب و احترام سے ان کا تذکرہ کرتے تھے ۔ چنانچہ اپنی کتاب میں بڑے والہانہ انداز سے ان کا تذکرہ کرتے ہیں ۔ لکھتے ہیں :— مستجمع کمالات صوری و معنوی

"جامع فضائل ظاہری و باطنی، بانی فضل و افضال، بہار آرائے چمنستانِ کمال، رشکی ارباب اصابت رائے، مسند نشین دیوان افکار رسائی، صاحب خلق محمدی، مورد سعادت ازلی و ابدی، حاکم محاکمہ مناظرات، فرمانروائے کشور محاکمات، عکس آئینہ صافی ضمیری ثالث اثنین بدیعی وحریری، المعی وقت لوذعی اوان، فرزدق عہد لبید دوران، مبطل باطل و محق حق مولانا محمد فضل حق۔"

منقول از آثار الصنادید باب چہارم ص ۶۲-۶۳

علامہ ۱۸۰۹ء سے ۱۸۵۸ء تک پچاس سال مسلسل درس دیتے رہے۔ ہندوستان اور بیرون ہند ہر جگہ سے طلبا ء آپ سے استفادہ کرنے آتے تھے۔ آپ کے تلامذہ میں شمس العلماء عبدالحق خیرآبادی خلف الرشید حضرت علامہ موصوف، مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری، ادیب جلیل مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری (استاذ علامہ شبلی) مولانا خیرالدین دہلوی (والد امام الہند ابوالکلام آزاد) کافی مشہور ہوئے۔

ثانی الذکر مولانا ہدایت اللہ صاحب کے شاگرد رشید حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی سابق صدر المدرسین دارالعلوم ہیں جن کے فیض تربیت نے دارالعلوم دیوبند کو ایک خاص شہرت دی۔

علامہ فضل حق بھی کثیر التصانیف ہیں:

ومن مصنفات الشیخ فضل حق، الجنس الغالی فی شرح الجوهر العالی، کتاب فی الحکمة الالٰهیة، الهدایة السعیدیة فی الحکمة الطبیعیة، والروض المجود فی حقیقة الوجود وحاشیة علی شرح السلم للقاضی ورسالة فی تحقیق العلم والمعلوم وتاریخ

علامہ کی مصنفات میں سے ایک جنس الغالی فی شرح الجوہر العالی" ہے۔ اور ایک کتاب حکمت الٰہیہ میں ہدیۂ سعید ہے۔ اور الروض المجود فی حقیقۃ الوجود اور ایک حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک پر ہے اور ایک رسالہ علم ومعلوم کی تحقیق میں ہے اور تاریخ فتنۃ الہند اور

فتنۃ الہند وحاشیۃ علی تلخیص الشفاء — ایک حاشیہ تلخیص الشفاء پر اور افق مبین پر
وحاشیۃ علی افق مبین

نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۳۷۶

اس کے علاوہ بھی علامہ کی کچھ کتابیں ہیں۔ ان میں ہدیہ سعیدیہ کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی اکثر عربی مدارس وعربی بورڈ میں داخل نصاب ہے۔ حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک بھی مایۂ ناز حاشیہ ہے جس پر علامہ خود فخر کیا کرتے تھے۔ بزمانہ قید علامہ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ ہندوستان میں کیا چھوڑ آئے ہیں۔ اس وقت علامہ نے کہا کہ دو یادگاریں چھوڑ آیا ہوں ایک حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک اور دوسری یادگار برخوردار عبدالحق۔

علامہ کا وصال ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء کو جزیرۂ انڈمان (رنگون) میں ہوا اور یہ چمکتا ہوا آفتاب غروب ہوگیا۔ لیکن انھوں نے علم وفضل کی جو شمع روشن کی تھی وہ رہتی دنیا تک زندۂ جاوید باقی رہے گی۔

مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی

مفتی صاحب اپنے استاذ کے بہت چہیتے شاگرد تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۸۹ء میں بمقام دہلی ہوئی۔ آپ کے والد کا نام لطف اللہ ہے۔ مفتی صاحب کے والد و دادا کشمیر کے رہنے والے تھے۔ مفتی صاحب نے علوم معقولات کا اکتساب علامہ فضل امام سے کیا اور علوم منقولات کی تحصیل مولانا شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالعزیز و عبدالقادر اور حضرت شاہ محمد اسحٰق رحمہم اللہ علیہم سے کی

اخذ العلوم الحکمیۃ بانواعہا عن الشیخ فضل امام الخیرآبادی واخذ الفقہ والاصول وغیرہا من العلوم الشرعیۃ عن الشیخ رفیع الدین بن ولی اللہ المحدث الدہلوی (نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۲۳۰)

مفتی صاحب نے حکمت وفلسفہ وغیرہ کا اکتساب مولانا فضل امام سے کیا۔ اور فقہ واصول اور علوم شرعیہ (منقولات) کا اکتساب حضرت شاہ رفیع الدین بن ولی اللہ محدث دہلوی سے کیا۔

مفتی صدرالدین خاں اصلش از کشمیر است
وی در دہلی متولد شدہ اکتساب علوم نقلیہ بخدمت
مولانا شاہ عبدالعزیز و مولانا شاہ عبدالقادر
مولانا شاہ محمد اسحاق رحمہم اللہ نمودہ و علوم
عقلیہ از مولوی فضل امام خیرآبادی اخذ کردہ
تذکرہ علمائے ہند ص۹۳

مفتی صاحب اصل کشمیر کے باشندے ہیں وہ دہلی میں پیدا ہوئے اور علوم منقولات کی تکمیل شاہ عبدالعزیزؒ و شاہ عبدالقادرؒ و شاہ محمد اسحاقؒ کی خدمت میں کی اور علوم معقولات حضرت علامہ فضل امام خیرآبادی سے حاصل کیا۔

مفتی صاحب اور علامہ فضل حق کے مابین بڑی الفت و محبت تھی دونوں ہم سبق تھے نواب صدیق حسن صاحب نے "ابجد العلوم" میں لکھا ہے:

کان بینہ وبین استاذی العلامۃ محمد
صدر الدین خان دہلوی صدر الصدور
مودۃ اکیدۃ ومحبۃ شدیدۃ لانہما
کانا شریکین فی الاشتغال علی استاذ
واحد (نزہۃ الخواطر ج۷، ص۳۷۴)

حضرت علامہ اور میرے استاذ علامہ محمد صدرالدین خاں کے درمیان کافی الفت و محبت اور تعلقات تھے کیونکہ دونوں حضرات نے ایک ہی استاذ سے تحصیل علم کی تھی۔

مفتی صاحب بڑے زبردست عالم تھے۔ اپنے استاذ فضل امام کے بعد مفتی صاحب صدرالصدور مقرر ہوئے نیز مسند افتائے دہلی پر بھی سرفراز ہوئے ـــــ آپ کے علمی پایہ کا اندازہ صاحب نزہۃ الخواطر کے الفاظ سے ہوتا ہے چنانچہ رقمطراز ہیں:

احد العلماء المشہورین فی الہند وکان نادرۃ
دہرہ فی کل [illegible] سیما الفنون الادبیۃ اذا سئل
فی فن من الفنون ظن الرائی والسامع انہ
لا یعرف غیرہ
(نزہۃ الخواطر ج۷، ص[illegible])

مفتی صاحب ہندوستان کے مشہور علماء میں سے ایک ہیں وہ اپنے زمانہ میں ہر علم میں یکتا و یگانہ تھے خصوصاً ادب میں خاص دستگاہ تھی۔ جب کوئی سائل کسی فن کے متعلق سوال کرتا تو دیکھنے اور سننے والے گمان کرتا کہ اس کے مثل کوئی نہیں ہے۔

ZAKIR HUSAIN LIBRARY JAMIA NAGAR 110025

مفتی صاحب عربی ادب کے علاوہ فارسی و اردو ادب کے مسلم الثبوت استاد مانے جاتے ہیں۔ آپ کو ان تینوں زبانوں پر کامل دستگاہ تھی۔ ذوقِ شعر و سخن کی وجہ سے تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ غالبؔ و ذوقؔ اور مومنؔ آپ کے احباب میں سے تھے۔

(تاریخ ادب اردو ص۳۴۴ رام بابو سکسینہ)

آپ کی تصنیفات بہت کم ہیں لیکن جو ہیں وہ اپنی جگہ ٹھوس اور مسلّم ہیں۔ آپ کی پہلی تصنیف "منتهی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال" جس میں علامہ ابن تیمیہ و ابن قیم پر زبردست رَدّ ہے دوسری تصنیف "الدر المنضود فی حکم امراءة المفقود" ہے تیسری تصنیف ان کے فتاوی کا وہ بیش بہا سرمایہ اور گنجینۂ عامرہ ہے جو ان کی علمی یادگار رہے۔

ومن مصنفاته منتهی المقال فی شرح حدیث	ان کی مصنفات میں سے منتہی المقال فی شرح حدیث
لا تشد الرحال ومنها الدر المنضود فی	لا تشد الرحال اور الدر المنضود فی حکم امراءة المفقود
حکم امراءة المفقود والفتاوی	اور بکثرت فتاوی ہیں
الکثیرة	

نزهة الخواطر ج ۷ ص۲۳۱

آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بہت کافی ہے لیکن ان میں چند کافی شہرت کے حامل ہوئے۔ انہی میں سے ایک نواب صدیق حسن صاحب قنوجی ہیں جو تقریباً ڈیڑھ سو کتابوں کے مصنف اور اپنے زمانے کے مایۂ ناز مفسّر و محدث تھے۔ دوسرے نواب یوسف علی خاں والی رامپور جو ایک قابل عالم ہونے کے ساتھ ساتھ مربی و علم پرور تھے۔ ان کے عہد میں بڑے بڑے علماء و شعراء انہی کے دامنِ دولت سے وابستہ تھے۔

(تاریخ ادب اردو ص۳۵۲، ۳۵۳ رام بابو سکسینہ)

تیسرے شاگرد سرسید مرحوم ہیں جو محتاجِ تعارف نہیں۔ سید صاحب ہمیشہ بڑے ادب و احترام سے نام لیتے تھے۔ انہوں نے اپنے قابل استاذ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے یہ انہی کا حصہ

تھا۔ لکھتے ہیں:

"اکمل کملائے روزگار، افضل فضلائے ہر دیار، حاکم محاکم جاہ وجلال، متکئ ارایک اقبال، کلید دوائرۂ علم، لوح طلسم حلم، عالم محقق، تجرید مدقق، سرحلقۂ علماء متبالھین، رافع مناقشات حکماء ومتکلمین، مجبول بفصل خصومات، اعدل بتفصیل مقدمات، مجلی آئینۂ تدبیر، ناظر صور تقدیر، نخلبند حدائق فضل و افضال، مظہر صفات جلال وجمال، جامع محاسن صوری و معنوی، مستجمع کمالات ظاہری وباطنی، کاشف دقائق معقول ومنقول، واقف حقائق فروع واصول، تونگر صورت، درویش سیرت، انسان پیکر، ملک سیرت مرجع ومآرب جہاں وجہانیاں مولانا مخدومنا مفتی محمد صدر الدین بہادر۔"

(منقول از آثار الصنادید باب چہارم ص۴۲)

آپ کی وفات ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء بروز پنجشنبہ کو ہوئی۔ آپ کا سن ولادت لفظ "چراغ" سے اور مدت حیات "دو جہاں بود" اور تاریخ وفات "چراغ دو جہاں بود" سے نکلتی ہے۔

وہ کتابیں جن سے استفادہ کیا گیا ہے

۱۔ نزہتہ الخواطر	جناب حکیم سید عبدالحی لکھنوی	تاریخ عربی
۲۔ تذکرہ علماء ہند	مولوی رحمان علی صاحب	" فارسی
۳۔ آثار الصنادید	جناب جواد الدولہ سر سید احمد خاں صاحب	" اردو
۴۔ باغی ہندوستان	جناب عبدالشاہد صاحب شروانی	" "
۵۔ ابجد العلوم	جناب نواب صدیق حسن خاں بھوپال	" عربی
۶۔ حدائق حنفیہ	جناب فقیر محمد صاحب	" اردو
۷۔ ظفر المحصلین	جناب مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی [illegible]	" اردو
۸۔ تذکرۃ الانساب	مولوی مصطفیٰ علی گوپاموی	" فارسی
۹۔ الثورۃ الہندیہ	حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی	" عربی
۱۰۔ قصیدہ [illegible]		